Digitized by Khilafat Library Rabwah

روزنامہ
الفضل ربوہ
فون نمبر: ۴۴۹
(ایڈیٹر): نسیم سیفی
رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۲۵۴
جلد ۳۹ | بدھ ۲۷ محرم الحرام ۱۴۱۰ھ ۳۰ ظہور ۱۳۶۸ ہش، ۳۰ اگست ۱۹۸۹ء | نمبر ۱۹۷

احمدیہ اخبار

احمدیہ جماعت یو۔کے کے جلسہ سالانہ میں شرکت کے بعد جو دوست واپس پاکستان تشریف لائے ہیں انہوں نے بتایا ہے کہ سیّدنا حضرت مرزا طاہر احمد صاحب امام جماعت احمدیہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے صحت سے ہیں اور پاکستانی احباب کو محبت بھرا سلام کہتے ہیں۔ احباب کرام حضور انور کے تمام دینی مقاصد میں کامیابی کے لئے دعائیں کرتے رہیں۔

ارشاداتِ عالیہ سیّدنا حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ

" میری دعوت کو نہیں سنا تو خدا کی دعوت تو سُنی ہے کہ تقویٰ اختیار کریں۔ پس جو تقویٰ اختیار کرتا ہے وہ ہمارے ساتھ ہی ہے خواہ اس نے ہماری دعوت سُنی ہو یا نہ سنی ہو کیونکہ یہی غرض ہے ہماری بعثت کی۔ اس وقت تقویٰ عنقا یا کبریت کی طرح ہو گیا ہے کسی کام میں خلوص نہیں رہا بلکہ ملونی ملی ہوئی ہے۔ خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ اس ملونی کو جلا کر خلوص پیدا کرو۔"

" ہمارا علاج کوئی کان دھر کر سُنتا نہیں ہے۔ مگر بہرحال آخری علاج یہی ہے۔ لوگوں کی عادت ہوگئی ہے کہ ان کی نظر صرف اسباب پر رہتی ہے مگر سچی بات یہ ہے کہ آسمان سے سب کچھ ہوتا ہے۔ جب تک وہاں نہ ہو زمین پر کچھ نہیں ہو سکتا۔ دہریت کا آجکل طبائع میں بہت زور ہے۔ اخباروں میں ہمارے بتلائے ہوئے علاج پر ٹھٹھا کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ طاعون کو خدا سے کیا تعلق۔ ایک بیماری ہے جس کا علاج ڈاکٹروں سے کرانا چاہیئے۔"

" جنگ و لڑائی وغیرہ کو بھی عذاب قرار دیا ہے۔ عذاب بہت اقسام کے ہوتے ہیں کیا خدا تعالیٰ کے پاس عذاب کی ایک ہی قسم ہے؟ اور خدا تعالیٰ کی عادت ہے کہ ہر نشان میں ایک پہلو اخفاء کا رکھتا ہے ورنہ وہ چاہے تو چُن چُن کر بڑے بڑے بدمعاش ہلاک کر دے سب لوگ ایک ہی دن میں سیدھے ہو جاویں۔" (ملفوظات جلد چہارم صد ۳۶۳-۳۶۴)

" جو بیعت کرتا ہے اس پر بھی ایک موت ہی آتی ہے۔ خوابوں میں موت سے مراد موت ہی نہیں ہوا کرتی اور بھی موت کے بہت سے معنے ہیں۔ خدا کو کوئی نہیں پا سکتا جب تک اسکی اوّل زندگی پر موت نہ آوے۔" (ملفوظات جلد چہارم صد ۳۶۸)

محترمہ مسعودہ اختر صاحبہ اہلیہ مکرم ڈاکٹر سیّد جنود اللہ شاہ صاحب (ترکی) آف سرگودھا مورخہ ۲۶ اگست ۸۹ء بوقت صبح پونے دس بجے مختصر سی علالت کے بعد وفات پا گئیں۔ ان کی عمر ۶۳ سال تھی۔ موصوفہ لجنہ سرگودھا شہر کی سرگرم رکن تھیں اور آخری وقت تک اس سے منسلک رہیں۔ اسی شام مکرم مرزا عبدالحق صاحب نے سرگودھا میں نماز جنازہ پڑھائی۔ بعد ازاں جنازہ ربوہ لایا گیا۔ بعد نماز عشاء البیت المبارک میں نماز جنازہ دوبارہ پڑھی گئی اور بوجہ موصیہ ہونے کے بہشتی مقبرہ میں تدفین ہوئی۔ قبر تیار ہونے پر مکرم صلاح الدین صاحب نے دعا کروائی۔ احباب جماعت سے ان کی بلندی درجات کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

● مکرم صفی الرحمٰن صاحب خورشید مربی سلسلہ کی والدہ محترمہ کافی عرصہ سے علیل ہیں۔ نیز ان کے بڑے بھائی حنیف الرحمٰن صاحب لندن میں گردوں کی تکلیف سے بیمار ہیں۔

احباب دُعا کریں کہ اللہ تعالیٰ انہیں شفائے کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے۔

ذمہ داری کا احساس انفرادی تربیت میں ایک اہم کردار ادا کرتا ہے

جماعت کی تمام تنظیمیں زیادہ سے زیادہ ممبران کو ذمہ داریوں میں شریک کریں

سیّدنا حضرت امام جماعت احمدیہ (الرابع) کے ارشادات

"حقیقت یہ ہے کہ کسی شخص کو نیک کاموں سے وابستہ کرنا اس پر ایک بہت بڑا احسان ہے۔ اس لحاظ سے جماعت کی تمام تنظیمیں اس بات کی ذمہ دار ہیں کہ زیادہ سے زیادہ ممبران کو نہ صرف نیک کاموں کی طرف بلائیں بلکہ ان پر ذمہ داریاں ڈالنے کی کوشش کریں کیونکہ ذمہ داری کا احساس بھی انفرادی تربیت میں ایک اہم کردار ادا کرتا ہے

یہ امر واقعہ ہے کہ اگر آپ خصوصیت سے پچھلی دو نسلوں کو دیکھیں جو جماعت احمدیہ میں تنظیموں کے قائم ہونے کے بعد پیدا ہوئی تو بلا شبہ آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہزارہا احمدی عورتیں اور مرد ایسے ہیں کہ اگر وہ ذمہ داری کے کام سے الگ رہتے اور ان کے سپرد یہ کام نہ کئے جاتے تو ان کی تربیت کی شکلیں آج کی تربیت کی حالت سے بالکل مختلف ہوتیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جماعت کے جتنے بھی عہدیدار ہیں خواہ وہ سیکرٹریان مال ہوں، خواہ وہ صدران ہوں، خواہ ان کو آپ زعیم کہیں یا قائد کہیں یا لجنہ کی سیکرٹریات ہوں وہ سب کے سب اس بات کے گواہ ہیں کہ اگر ان پر جماعتی ذمہ داریوں کے بوجھ نہ ڈالے جاتے تو ان کی انفرادی تربیت کی حالت موجودہ تربیت کی حالت سے ضرور مختلف ہوتی۔"

(الفضل ۲۹ مارچ ۱۹۸۳ء صد ۲ کالم ۲)

روزنامہ الفضل ربوہ
پبلشر: آغا سیف اللہ، پرنٹر: قاضی منیر احمد مطبع: ضیاء الاسلام پریس ربوہ
مقام اشاعت: دار النصر غربی ربوہ، قیمت: ایک روپیہ پچاس پیسے

۳۰ ظہور ۱۳۶۸ ہش ۳۰ اگست ۱۹۸۹ء

مخفی اثرات

کہتے ہیں کہ ایک اچھا بھلا دیندار طالبعلم اُلٹی سیدھی باتیں کرنے لگا۔ کبھی خدا پر اعتراض کبھی معیشت اور معاشرے پر اعتراض۔ جب قدرت ثانیہ کے پہلے مظہر کو اس بات کا علم ہُوا تو آپ نے فرمایا کہ اس طالب علم سے کہیں کہ کلاس روم میں اپنی سیٹ بدل لے۔ بات یہ تھی کہ اس کا سیٹ فیلو دہریہ خیالات رکھتا تھا۔ اور اگرچہ ان کی آپس میں اس موضوع پر کبھی بات چیت نہیں ہوئی تھی لیکن آہستہ آہستہ دیندار طالبعلم کے خیالات بدلنے شروع ہو گئے تھے۔ یہ کوئی کہانی نہیں ہے ایک واقعہ ہے۔

اسی طرح کہتے ہیں کہ ایک بچہ گڑ بہت زیادہ کھاتا تھا۔ ماں کو یہ فکر ہوئی کہ اگر یہ بچہ اسی طرح گڑ کھاتا رہا تو اس کے دانت خراب ہونے شروع ہوجائیں گے۔ وہ اس بچہ کو حضرت عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کے پاس لے گئی کہ حضرت اس بچے کو نصیحت کیجئے کہ گڑ نہ کھایا کرے۔ انہوں نے کچھ دیر توقّف کیا اور کہنے لگے ابھی تو ہم اس سے بات نہیں کر سکتے اگلے ہفتے آ جانا پھر اس بچے کو سمجھائیں گے۔ وہ عورت اگلے ہفتے پھر بچے کو لے کر ان کے پاس حاضر ہوئی تو حضرت عبدالقادر جیلانیؒ نے اس بچے کو نصیحت کی کہ گڑ نہ کھایا کرو۔ اس کی زیادتی دانتوں کو خراب کر دے گی۔ جب بچے کی ماں وہاں سے جانے لگی تو اسے خیال آیا کہ یہ تو پوچھ لے کہ اتنی سی بات تو گذشتہ ہفتہ بھی کہہ سکتے تھے۔ فرمانے لگے بات یہ ہے کہ جب پہلی دفعہ تم یہاں آئی تھیں مَیں خود گڑ کھایا کرتا تھا۔ بچے کو کس طرح نصیحت کرتا کہ گڑ نہ کھائے۔ اس کے بعد مَیں نے گڑ چھوڑ دیا اور پھر نصیحت کرنے کے قابل ہوگیا۔ اب بچے کو تو اس سارے فلسفہ کا علم نہیں تھا لیکن ایک گڑ نہ کھانے والے کے مشورہ پر اس نے گڑ چھوڑ دیا۔ یہ بھی مخفی اثرات کا ہی نتیجہ ہے۔

اسی لئے کہا جاتا ہے کہ نیک لوگوں کے ساتھ رہئے۔ ان کا اثر مخفی طور پر آپ میں نفوذ کرے گا اور اس طرح نیکی سے نیکی پھوٹے گی۔

لوگ بے شک شوق سے گُفتار کی باتیں کریں
دوستو آؤ کہ ہم کردار کی باتیں کریں
بیٹھ رہنے کا جنہیں چسکا ہے وہ بیٹھے رہیں
ہم چلیں اور تیزئ رفتار کی باتیں کریں

ابوالاقبال

دُور دیس کی باتیں سُن کر دل تو بہلتا جائے
آنکھیں دید کی ترسی روئیں کون انہیں سمجھائے

سوچوں کے اندھیاروں سے پھُوٹیں گی صبح کی کرنیں
میرے فکر کی پرچھائیں کا رُوپ کہیں منڈلائے

آوازوں کا شور بہت ہے چُپ کا اس سے بڑھکر
یہ ماحول کا شور و غوغا مجھ کو راس نہ آئے

میں جب آنکھیں بند کئے سوچوں میں پھیلتا جاؤں
اِک ہلکی سی اندر کی آواز، مجھے چونکائے

لُوٹو، مارو اور دہشت کی تھاپ پہ بِھڑ کو ناچو
وردی میں اِک لوٹا جھومے جھوم کے بِین بجائے

کہتے ہیں ذرّے ذرّے پہ اُس کا نام لکھا ہے
کون ہے جو اِک برش لگا کر اسکا نام مٹائے

کیوں حیرت سے دیکھ رہے ہو لندن میں کچھ لوگ
کاش تمہاری جیب تمہیں دنیا کی سیر کرائے

پاکستان ہے دنیا بھر میں ننھّا مُنّا ملک
ہر خطّے میں ہم نے دعوت کے پرچم لہرائے

اِک مُنّی سی، ہلکی ہلکی اینٹوں کی دیوار
وہ اسکو "کہے۔ ٹو"، کہتے ہیں، ہم بادل کے سائے

چلو نسیمؔ کہیں چل کر رُوداد سنائیں اپنی
اپنے گھر میں تو مشکل ہے بات لبوں پر آئے

(نسیمؔ سیفی)

نوٹ: حسن رضوی اپنے ایک سفرنامے میں کہتے ہیں:

"برطانیہ میں جماعت احمدیہ کا ہر فرد جس بیباکی کے ساتھ اپنے مذہب کے فروغ کے لئے کام کرتا نظر آتا ہے اس پر ہمیں بہت حیرت ہوئی۔ لندن میں تو باقاعدہ انہوں نے اسلام آباد کے نام سے الگ بستی بسالی ہے۔"

Digitized by Khilafat Library Rabwah

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مکرم چوہدری شبیر احمد صاحب
وکیل المال اوّل

مغرب کی اچھی باتیں

ہمارے پیارے امام نے مغربی قوموں کے بارے میں اپنی متعدد تقاریر میں فرمایا ہے کہ مغربی اقوام میں جو اچھی باتیں ہیں وہ ہمیں اپنانے کی کوشش کرنی چاہیئے اور جو مکروہ باتیں ہیں ان سے نہ صرف بچنے بلکہ مغربی اقوام کو بھی بچانے کیلئے ان احمدیوں کو کوشاں رہنا چاہیئے جو ان ملکوں میں جاکر بستے ہیں۔ خاکسار کو بھی مغربی قوموں میں جانے اور وہاں کچھ عرصہ رہنے کا موقعہ ملا ہے۔ چند واقعات جو ان کے اچھے پہلوؤں پر مشتمل ہیں ہدیہ قارئین الفضل کئے جاتے ہیں۔

۱ ـــــ ۱۹۸۶ء کی بات ہے خاکسار کو ہمارے پیارے امام نے از راہِ شفقت لندن کے جلسہ سالانہ میں شمولیت کا شرف عطا فرمایا۔ خاکسار کو ان دنوں دل کی تکلیف کا شبہ ڈالا گیا تھا۔ لندن پہنچتے ہی حضور ایدہ اللہ نے ایک مخلص احمدی ڈاکٹر کو میرے علاج معالجہ کی ہدایت فرمائی مجھے وہ جو نسخہ لکھ کر دیا کرتے تھے اس کی ادویہ کسی کیمسٹ کی دکان سے بھی مفت لی جاسکتی تھیں۔ بوجہ اس کے کہ بندہ ۶۰ سال سے زائد عمر کا تھا۔ ایک دن بندہ نے خود ادویہ لینے کی بجائے ایک اور دوست کو بھجوا دیا۔ وہ دوست ان ادویہ کی قیمت بقدر ۲½ پونڈ نقد دے کر آئے۔ رسید ہمراہ لائے اور مجھ سے اتنی رقم کا مطالبہ کیا۔ اخلاقاً مجھے وہ رقم ادا کرنی چاہیئے تھی وہ میں نے ادا کر دی۔ اس دوست کو جب میں نے توجہ دلائی کہ یہ ادویہ تو مفت ملتی تھیں تو انہوں نے غلطی کا اعتراف کیا کہ سہواً میں قیمت ادا کر آیا ہوں تیسرے چوتھے روز بندہ وہ رسید لے کر خود اس کیمسٹ کی دکان پر گیا اور بتایا کہ میں ۶۰ سال سے زائد عمر کا ہوں لیکن آپ نے قیمت وصول کرلی ہے اور رسید بلیش کر دی گئی۔ دکاندار بوڑھا سا آدمی تھا۔ اس نے اور کوئی بات نہیں کی۔ ویری ساری ویری ساری (VERY SORRY) کرتا ہوا اپنے کیش بکس کی طرف بڑھا اور ادویہ کی قیمت ۲½ پونڈ نکال کر میرے حوالے کر دی۔

۲ ـــــ بندہ ایک مرتبہ لیڈز سے لندن کی طرف بذریعہ ٹرین سفر کر رہا تھا۔ ٹائلٹ میں گیا تو وہاں میرا بٹوہ گر گیا۔ مجھے اس کا احساس تک نہ ہوا۔ میں واپس آکر بڑے اطمینان سے اپنی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ کچھ دیر کے بعد دیکھا کہ ایک لڑکی ٹائلٹ کی طرف سے آرہی تھی اور سب مسافروں کو گھور گھور کر دیکھ رہی تھی۔ آخر اس نے مجھے بھی گھور کر دیکھا اور مجھے پہچان کر پوچھا کہ کیا یہ بٹوہ آپ کا ہے۔ میں ورطۂ حیرت میں پڑ گیا کہ اس نے مجھے کس طرح پہچانا۔ معاً بعد اس نے میری فوٹو پیش کر دی کہ اس بٹوے میں سے نکلی ہے اس لئے میں مسافروں کو اس فوٹو سے بٹوے کے مالک کو تلاش کر رہی تھی سو آپ نکلے۔ میں جس قدر شکریہ ادا کر سکتا تھا ادا کیا۔ اللہ تعالےٰ کا بھی اور اس نیک لڑکی کا بھی۔

۳ ـــــ ایک مرتبہ لندن سے ایک دوست کی کار کی لفٹ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے لیڈز جا رہا تھا شام ہو چکی تھی اور ہم راستہ بھول گئے۔ میرے دوست نے ایک غیر آباد علاقہ میں کچھ کوارٹر دیکھے۔ وہ کار سے اتر کر ایک کوارٹر میں گئے۔ دستک دی۔ ایک خاتون نکلیں۔ ان سے راستہ پوچھا گیا وہ اپنے کوارٹر سے نکل کر سڑک کی طرف آئیں۔ جو خاصی دور تھی اور ہمیں راستہ بتایا۔ پھر بار بار پوچھا کہ سمجھ آگئی ہے اور جب انہیں اطمینان ہو گیا کہ یہ مسافر میری بات سمجھ گئے ہیں تو انہوں نے بائی بائی کہہ کر ہمیں رخصت کیا۔

۴ ـــــ مغرب میں یہ نظارہ تو ہر زائر نے دیکھا ہوگا کہ ٹکٹ لینا ہو یا کوئی سودا یا کہیں داخل ہوتا ہو یا نکلنا ہو سب اطمینان سے کام کرتے ہیں۔ کیو (Q) بنا لیتے ہیں۔ اور کوئی دھینگا مشتی دیکھنے میں نہیں آتی۔

۵ ـــــ ۱۹۸۹ء میں آسٹریلیا میں قیام کے دوران مکرم سید شکیل احمد صاحب منیر امیر و مربی آسٹریلیا مشن کی معیت میں میں نے اپنی ایک ایکسپوزڈ (EXPOSED) فلم دھلنے کے لئے ایک فوٹو گرافی کی دکان پر دی۔ یہاں بھی مغربی اقوام کا معاشرہ ہے۔ جب ہم مقررہ یوم کو پرنٹس لینے کے لئے گئے تو پرنٹس تو ہم نے لے لئے مگر ہمارے نیگیٹوز (NEGATIVES) غلطی سے کوئی اور گاہک لے گیا۔ اس پر دکاندار نے بڑی ندامت کا اظہار کیا اور کہا کہ ہم آپ کے نیگیٹوز کی تلاش جاری رکھیں گے اور آپ کو بذریعہ فون اطلاع دے دی جائے گی کہ وہ مل سکے یا نہیں۔ اس دکان پر یہ اچھا طریق دیکھنے میں آیا کہ وہ ہر گاہک کا مکمل پتہ اور فون نمبر نوٹ کر لیتے ہیں۔ ہمیں چار پانچ دن کے بعد مشن ہاؤس کے فون پر انہوں نے اطلاع دی کہ آپ کے نیگیٹوز مل گئے ہیں آکر لے جائیں۔ چنانچہ ہمارے وہاں جانے پر انہوں نے ہمارے نیگیٹوز معذرت کرتے ہوئے دے دیئے اور ان کی اجرت جو ۱۵ ڈالر یعنی ۔/۲۲۵ روپے بنتی تھی لینے سے انکار کر دیا کہ آپ کو جو ہماری غفلت سے تکلیف پہنچی ہے تو ہم اجرت لینے کے حقدار نہیں رہے۔

خدا کرے تجارت اور لین دین میں ہمارے ملک میں بھی ایسی روایات قائم ہو جائیں :

نو واردانِ سُخن

آقا نے ہمیں لکھ بھیجا ہے وہ کل پرسوں آجائیں گے
جو دید کے ترسے تھے انکی برسوں کی پیاس بجھائیں گے

پیغام انہیں یہ پہنچا دو جب دیس میں آجائیں گے وہ
ہر دیپ سے دیپ جلائیں گے ہم جشن پہ جشن منائیں گے

پھر جھوم اُٹھے گا ابرِ کرم اور رحمت دیس میں آئیگی
پھر پیار کی خوشبو مہکے گی اور فتنے بھی مٹ جائیں گے

یہ چند اُسورج، یہ تارے، یہ شمع، یہ آنکھیں نظارے
بس ایک جھلک اُنکو آقا چھلکے آنسو مسکائیں گے

پیغام انہیں پہنچا دو جب
وہ کل پرسوں آجائیں گے
ہم دید کے ترسے آ آ کر
برسوں کی پیاس بجھائیں گے

ابرار احمد سکندر "بزدار"
کراچی

یوں رہے گی شبِ ظلمت نہ اندھیرا ہوگا
جلد مالک نے جو چاہا تو سویرا ہوگا

پھر پلٹ کر نہ خزاں آئے گی تیری جانب
یوں بہاروں کا ترے باغ میں ڈیرا ہوگا

تیرے پھولوں کی بہت دُور مہک جائیگی
ایسی رُوحوں کا گلستاں میں بسیرا ہوگا

مَیلی آنکھوں سے تجھے دیکھ نہ پائے گا کوئی
تیرے غیروں کو تو آفات نے گھیرا ہوگا

آج تک تیرے خدا نے تجھے چھوڑا ہے کبھی
تو اس کا ہے تو اب بھی وہی تیرا ہوگا

محمد افضل بزدار۔ تونسہ شریف

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کھاریاں کی پولیس فسادات پر خاموش تماشائی بنی رہی

(پاکستان ٹائمز)

چک سکندر نمبر ۳۰ کے دورہ سے واضح ہوا کہ فرقہ وارانہ کشیدگی میں تناؤ آرہا تھا مگر ضلعی انتظامیہ اور کھاریاں کی پولیس مفلوج ہو کر رہ گئی تھی۔ اور پھر ۱۶، جولائی کو اعلانیہ تشدد پھوٹ پڑا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ دونوں طرف کی جنگجویانہ سپرٹ کی وجہ سے پولیس احمدیوں کی نسبت زیادہ خوفزدہ تھی اور وہ کوئی اقدام کرنے سے قاصر رہی۔ اپنی اس ناکامی پر پردہ ڈالنے کیلئے پولیس کا ادّعاب یہ ہے کہ ۱۶، جولائی کا واقعہ ذاتی انتقام کا نتیجہ تھا، حالانکہ دونوں پارٹیاں خود کہتی ہیں کہ ابتداء سے آخر تک یہ فسادات فرقہ وارانہ تھے۔

فسادات جس میں ایک مسلمان اور بشمول ایک معصوم بچی کے تین احمدیوں کی جان گئی، پہلے سے سوچے سمجھے تھے اور ان کا مقصد احمدیوں کو مجبور کر کے ان کے گھروں سے بھگانا تھا اور یہ کہ وہ تحصیل کھاریاں اور ضلع گجرات سے باہر نکل جائیں۔

خدّام رسول اہل سنت پاکستان کے جنرل سیکرٹری پیر محمد افضل قادری نے بغیر کسی ذرّہ بھر کی عذر خواہی کے یہ کہا کہ اگر پولیس مداخلت نہ کرتی تو کھاریاں اور گجرات سے ہم ان کافروں کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دیتے۔

چک سکندر جو کہ کھاریاں سے بمشکل چار کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے ۲۵۰۰ نفوس پر مشتمل ایک چھوٹا سا گاؤں ہے جو گذشتہ سال تک بالکل پُرامن تھا۔ گاؤں میں دو مساجد تھیں جو مسلمانوں اور احمدیوں دونوں ہی کے مشترکہ استعمال میں تھیں۔ سوائے نماز جمعہ کے جو دونوں فریق مساجد میں الگ الگ پڑھتے تھے، بقیہ ساری نمازیں ہر ایک مسجد میں دو دفعہ ادا کی جاتی تھیں۔ ایک دفعہ مسلمان پڑھ لیتے تھے اور تب احمدیوں کی باری ہوتی تھی۔

گاؤں کے پانچ سو خاندانوں میں سے ۱۳۵ جماعت احمدیہ سے تعلق رکھتے تھے، اور ان کے درمیان یہ مذہبی ہم آہنگی (رواداری) غالباً ان خونی رشتوں کی وجہ سے تھی جو دونوں گروپوں کو اکٹھا رکھے ہوئے تھی۔ اور تقریباً یہ سب ہی گجر برادری سے تعلق رکھتے ہیں۔

دس مہینے قبل یہ صورتحال اس وقت بدلنے لگی جبکہ اس گاؤں کے ایک سابقہ فوجی محمد امیر جو خود بھی کبھی احمدی تھا اور سترہ سال قبل اس عقیدہ کو چھوڑ چکا تھا، نے (اپنے زعم میں) ملکی قانون کے نفاذ کے لئے احمدیوں کے خلاف مہم جاری کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ جیسے کہ اس نے خود اعلان کیا اس کا پہلا قدم یہ مطالبہ تھا کہ مسلمان دونوں مساجد پر قبضہ کریں۔ چنانچہ مساجد سے متعلق تنازعہ کو پنچایت کے سامنے پیش کیا گیا۔ جس نے یہ فیصلہ دیا کہ ایک مسجد مسلمانوں کو اور دوسری احمدیوں کو دے دی جائے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ محمد امیر نے اس فیصلہ کو قبول کرنے سے انکار کر دیا اور ضلعی انتظامیہ کو درخواستیں بھجوائیں۔ موئخر الذکر نے بھی پنچایت کے فیصلہ کو برقرار رکھا۔

احمدی اس امر کا ادّعا کرتے ہیں کہ تصادم سے بچنے کی خاطر جو مسجد ان کو دی گئی تھی اس کے حق سے بھی وہ دستبردار ہو گئے اور انہوں نے دونوں قدیم مساجد محمد امیر اور اس کے گروپ کے سپرد کر دیں اور اپنے لئے ایک نئی عبادت گاہ کی تعمیر شروع کر دی۔

احمدی الزام دیتے ہیں باوجود اس کے محمد امیر ان کو بُرا بھلا کہنے سے باز نہ آیا اور وہ اشتعال انگیز زبان استعمال کرتا تھا۔ اس معاملہ کو بار بار پولیس کے اعلیٰ عہدیداران اور ضلعی انتظامیہ کے سامنے اٹھایا گیا لیکن کوئی ایکشن نہ لیا گیا۔ یہ الزام بھی دیا جاتا ہے کہ محمد امیر نے عیدالاضحیہ کے موقع پر احمدیوں کو ذبح کرنے کا نعرہ لگایا۔ لیکن یہ امر بھی پولیس کو حرکت میں نہ لایا کہ وہ کوئی انسدادی اقدام کا ہی سوچ لیں۔

بعد ازیں محمد امیر کی جانب سے احمدیوں کے خلاف اس بناء پر مقدمہ درج کروایا گیا کہ انہوں نے اپنے دروازوں پر کلمے لکھے ہیں۔ احمدیوں نے یہ بھی کہا کہ گذشتہ جون کے آخری ہفتہ میں ان کے معلّمین ولایت خاں اور حمید خان کو امیر محمد اور اسکے ساتھیوں نے مارا پیٹا۔ اس کے باوجود ان کے خلاف کوئی کارروائی نہ کی گئی۔ انہوں نے الزام دیا کہ محمد امیر کی اشتعال انگیز تقاریر ہمیشہ بغیر کسی قدغن کے جاری رہیں۔

جون کے اختتام اور جولائی کے شروع میں بشمول DOHRIA دھوریہ یونین کونسل کے چیئرمین اور نمبردار کے علاقہ کے معززین نے ایک مصالحتی حل نکالا اور دونوں فریق اسسٹنٹ کمشنر کھاریاں کے پاس گئے تاکہ انہیں صلح نامہ سے مطلع کر کے ایک دوسرے کے خلاف دائر مقدمات کو واپس لیا جائے۔ مگر ۳، جولائی کو صرف احمدیوں نے دائر کردہ مقدمات واپس لئے جبکہ امیر محمد کی جانب سے جو مقدمات درج ہوئے تھے ان کو واپس نہیں لیا گیا۔

ہونا تو یہ چاہیئے تھا کہ صورتِ حال کے ایسے پس منظر میں انتظامیہ اور پولیس زیادہ چوکنّا ہو جائے۔ مگر صلح نامہ کے بعد تو وہ اور زیادہ غافل ہو گئے اور کسی بھی خطرناک واقعہ کے رونما ہونے کو روکنے کیلئے انہوں نے کچھ نہیں کیا۔

۱۶، جولائی کو جن فسادات کا آغاز ہوا، اور جن کا اختتام نذیر احمد بعمر ۳۸ سال۔ رفیق احمد بعمر ۳۵ سال اور نبیلہ بعمر دس سال اور احمد خاں کی جانیں لے کر ہوا۔ ان فسادات کے متعلق ضلعی انتظامیہ۔ مسلمانوں اور احمدیوں کے بیانات مختلف ہیں۔

احمدیوں کا الزام ہے کہ محمد امیر گروپ کے نوجوانوں نے ان کی جماعت چک سکندر کے صدر ماسٹر مظفر احمد کو زدوکوب کیا اور پھر نہ صرف چک سکندر بلکہ ملحقہ دیہات کے بیسیوں لوگوں نے تین تین اور چار چار کی ٹولیوں میں ان کے گھروں کو گھیر لیا۔ ایک احمدی خاتون کے بیان کے مطابق یہ لوگ بندوقوں سے مسلح تھے اور مٹی کے تیل کے کنستر اٹھائے ہوئے تھے۔ تھوڑی دیر بعد ہی وہ احمدیوں کے گھروں کو آگ لگانے لگے اور انہوں نے فائرنگ بھی شروع کر دی۔

نذیر احمد مقتول کی ایک رشتہ دار عورت نے الزام دیا کہ ان کے گھروں کو لُوٹا گیا اور بلا کسی امتیاز کے، بچوں، عورتوں اور مردوں پر فائرنگ کی گئی، جبکہ ہم اس افراتفری میں اپنی جانیں بچانے کے لئے اِدھر اُدھر بھاگنے کے سوا کچھ بھی نہیں کر سکے۔

نذیر احمد ساقی کی ایک بھتیجی نے کہا کہ اس حملہ کی پشت پر محمد امیر تھا۔ احمدیوں نے یہ تسلیم کیا کہ ان میں سے بعض نے اپنی بندوقیں نکالی تھیں لیکن انہوں نے یہ مؤقف اختیار کیا کہ یہ صرف اپنی حفاظت کے لئے تھا۔

محمد امیر اور اس کے گروپ نے فسادات شروع کرنے کا الزام کلّی طور پر احمدیوں پر عائد کیا۔ ان کا کہنا ہے کہ احمدیوں کی فائرنگ سے ایک مسلمان نوجوان احمد خان مارا گیا، جس سے نہ صرف چک سکندر بلکہ نواحی دیہات کے مسلمانوں میں جو اکٹھے ہونا شروع ہو چکے تھے اشتعال پھیل گیا۔ اور تب بقول پیر محمد افضل قادری کے بلوہ ہو گیا۔ اور وہ اس ہجوم کو قابو میں نہ رکھ سکے جن کے مذہبی جذبات کو ان کافروں نے مجروح کیا تھا۔ اس نے الزام لگایا کہ اس کے تین بھائیوں کے مکانات کو آگ لگائی گئی اور تب دوسروں نے احمدیوں کے ۳۸ گھروں کو آگ لگا کر اس کا بدلہ لے لیا۔ اس نے یہ بھی الزام لگایا کہ احمدیوں نے ہی پہلے فائرنگ کی تھی۔ اس نے یہ بھی کہا کہ چک سکندر کے ایک ممتاز احمدی خالق کے گھر میں مٹی کے تیل کے کنستر پائے گئے۔ تاہم مسلمانوں نے یہ تسلیم کیا کہ فسادات کے شروع ہونے سے قبل انہوں نے مظفر احمد کو مارا تھا۔

احمدیوں نے فسادات کے شروع کرنے سے قطعی انکار کیا اور یہ بھی کہا کہ فسادات شروع ہو چکے تھے کہ ایک صوفہ کے قبضہ پر جو احمدی کے گھر سے لُوٹا گیا تھا احمد خان کا اپنے ہی ایک آدمی کے ساتھ جھگڑا ہو گیا اور وہ اس کے ہاتھوں مارا گیا۔

ڈپٹی کمشنر شوکت علی رانا صاحب نے احمدیوں پر الزام لگاتے ہوئے کہا کہ اگرچہ وہ اقلیت میں ہیں پھر بھی ہمیشہ انہوں نے ہی فسادات شروع کئے ہیں۔ ڈی سی صاحب نے یہ بھی کہا کہ فسادات اچانک

Digitized by Khilafat Library Rabwah

Chak Sikandar incident of July 16

Kharian police remained silent spectators to riots

NASIR JAMAL

A VISIT to Chak Sikandar (No 30) revealed that the Kharian Police and district administration virtually stood paralysed as sectarian tension mounted and then, on July 16, broke into open violence. They seem to have been frightened into inaction even more than the Ahmedis by militancy on both ends. The cloak their failure they now claim the July 16 incident to have been the results of personal vendetta while both the parties themselves say that it was a sectarian outbreak from beginning to end.

Not only that. The riots, which took a toll of a Muslim and three Ahmedis,including a minor girl, were also self-confessedly premeditated and were directed at compelling the Qadianis to flee their villages, and go out of Kharian Tehsil and Gujrat District.

Pir Mohammad Afzal Qadri, General Secretary of Jamaat Khuddam-e-Rasool Ahle Sunnat, Pakistan, said as much without a shade of apology. "We would have eliminated these kafirs from Kharian and Gujrat had the police not intervened". Pir Afzal declared.

Chak Sikandar, barely four kilometers from Kharian, was a peaceful small village of 2,500 people until a year back. The two mosques in the village were under the common use of both Muslim and Ahmedis. Except for Juma prayers, offered separately by the two communities in the two mosques, all the other prayers were held twice in each mosque, once for Muslims and then for the Ahmedis. The reason for this religious harmony among the village's 500 families — about 135 of them belonging to Jamaat-e-Ahmedia — was probably the blood relations that knit the two groups together. Almost all of them belonged to the same *biradari* of Gujjars.

The situation began to change some 10 months ago. One Mohammad Amir, a former soldier, who was once an Ahmedi himself but who renounced this faith about 17 years ago, reportedly decided to launch a campaign against the Ahmedis "in order to enforce the law of the country", as he himself declared. As a first step, he called for the take-over of both the mosques by the Muslims.

The dispute over the mosques was referred to the *panchayat* which decided to give one of them to the Muslims and the other to the Ahmedis. But Mohammad Amir reportedly refused to accept the award an sent applications to district administration. The later also, however, upheld the decision of the *panchayat*.

The Ahmedis claim that, to avoid a clash they relinquished their right to the mosque allotted to them and handed both the old mosques over to Mohammad Amir and his group, and started constructing a new prayer house for themselves. But, they alleged, Mohammad Amir did not stop denouncing them in provocative language. The matter was again and again reported to high-ups of the police and the district administration, but no action was taken. It is alleged that Mohammad Amir even called for sacrificing the Ahmedis on the occasion of Eid al-Azha. Even this, it is said, did not move the police to look any preventive measures, the Ahmedis said.

Later on, a case was registered by Mohammad Amir against the Ahmedis for having written *Kalima* on their doors. The Ahmedis also said that their *muallameen*,, Velayat Khan and Hameed Khan, were beaten up by Amir and is followers in the last week of June, but again no action was taken. "Amir's provocative speeches continued unchecked", the Ahmedis charge.

At the end of June and the beginning of July, a compromise solution was fashioned by the notables of the area, including the chairman of the Dhoria Union Council and the lambardar. Both the parties went to the Assistant Commissioner, Kharian, to inform him of the *sulahnama* and to withdraw their cases against each other. But on July 3 only the Ahmedis withdrew their cases, those registered by Mohammad Amir were reportedly not withdrawn.

Given this background of relations the police and district administration obviously needed to the extra vigilant. But after the *sulahnama* they apparently became even more supine. No measures to prevent any ugly incidents were taken.

The district administration, the Ahmedis and the Muslims give different versions of the riots which started on July 16 and which ended up by taking the lives of Nazir Ahmad, 38, Rafiq Ahmed, 35, Nabila 10, and Ahmed Khan.

The Ahmedis alleged that the President of their Jamaat of Chak Sikandar, Master Muzaffar Ahmed, was beaten up by some young men belonging to the group of Mohammad Amir and then scores of people not only from Chak Sikandar, but also from adjacent villages, besieged the village in groups of three's and fours.

According to one Ahmedi woman, those people were armed with guns and carried canisters of kerosene oil. After some time they started setting the houses of the Ahmedis on fire and shooting from their guns.

A woman relative of the deceased Nazir Ahmed alleged that their houses were being looted and children, women and men were being shot at indiscriminately and "We could do nothing except run helter skelter to save our lives". A niece of Nazir Saqi alleged that Mohammad Amir was behind the attack. The Ahmedi conceded the some of them too took out their guns, but contended that was only for self-defence.

Mohammad Amir and his group put the blame for igniting the riots on the Ahmedis. They say that a Muslim youth, Ahmed Khan, was shot dead by the Ahmedis which provoked the Muslims not only of Chak Sikandar, but also those from adjacent villages who had started gathering, and then, as Pir Mohammad Afzal Qadri put it, *balwa ho gaya*.

"We could not control the mob whose religious feelings had been hurt by these *kafirs* he claimed. He also accused the Ahmedis of being the first to start the fires. He alleged that they set three houses of his brothers on fire, and then the others retaliated by burning down 38 houses of the Ahmedis. Canisters of kerosene oil, he said, were found from the house of Khaliq, a prominent Ahmedi of Chak Sikandar. The Muslim, however, admitted to beating up Muzaffar Ahmed before the riots ensued.

The Ahmdis deny having started the riots. They add that Ahmed Khan was killed by one of his own companions with whom he had fallen out over the possession of a sofa looted from the house of an Ahmedi after the riots had started.

Shaukat Ali Rana, Deputy Commissioner, put the blame on the Ahmedis. He said that they, though in a minority, always started the riots. He also claimed that the outbreak was sudden and the administration was taken unawares.

On the evening of the incident all the Ahmedis were evacuated from the village. However, even the injured were left to fend for themselves at Kharian. They were asked to go to Gujrat by themselves for medical aid.

The Civil Hospital in Kharian was reportedly told to treat only the Muslims. The police sources and the DC justify this by saying that it was done only to save the lives of the Ahmedis.

Some government doctors were said to have refused to treat children and others who had received bullet injuries. These had later to be taken to private clinics.

The evacuated families of the Ahmedis were not provided shelter, let alone compensation, it was claimed. They were reportedly forcibly stopped from returning to their homes on the ground that it would cause further riots (although the DC and other district officials have continued to deny that the riots were sectarian).

Indeed, Mohammad Amir and Pir Mohammad Afzal Qadri, while talking to this correspondent, openly threatened more killings and arson if the Ahmedi families were ever allowed to return to the village. They declared that no Ahmedi would ever come back, except he who had first embraced Islam. they have reportedly even issued a 'declaration form' for those who want to recant. Anyone who wants to come back to the village has to sign it. It is an avowal of one's being a Muslim. The sister of deceased Nazir still living at Chak Sikandar said that she and the others were being harassed by Mohammad Amir.

The aggrieved Ahmedi families allege that the district administration is siding with Mohammad Amir and his associates They said that despite repeated request, from them to take action to restrain him, the police has done nothing of the kind. As proof of police partiality they pointed to the fact that they arrested 16 Ahmedis, and only the Ahmedis, on the charge of killing, arson and loot.

The displaced Ahmedi families have apparently lost not only their houses but also everything else they had. They burnt houses, which were now guarded by the police to protect whatever was left of it, had a haunted look. Not a single straw was apparently left in them.

The police and district administration explain their refusal to move against Mohammad Amir and his associates by saying that they do not want to create problems for themselves in the month of Muharram. They are as aware as anyone else of the public statements of these gentlemen to kill any Ahmedi who dared to return, but they are unwilling to do anything about it or even to start a proper investigation into the rioting.

The DC conceded that Mohammad Amir had become a kind of ruler of Chak Sikandar after the incident. The authorities pamper him even though they admit to his being the cause of the whole incident.

The police claims to have acted 'promptly' over outbreak but actually it panicked at the magnitude of the riots. The SHO Kharian told us that he had only five policemen with him when he received inteligence about the incident. "When we reached the spot, firing was stopped", he claimed. But the residents of the village alleged that firing and arson continued till long after the arrival of the police and even on the next day.

The SHO also claimed that reinforcement of about 500 policemen reached the site from Gujrat and adjacent areas within 10 minutes. An ASI, Mohammad Arif, contradicted the SHO's claim by saying that reinforcements arrived late in the evening. "How could police from Gujrat arrive within 10 minutes?" he asked.

He also confirmed that incidents of arson and shooting continued even after the arrival of police. The affected Ahmedi families could only be evacuated late in the evening, after the arrival of police from adjacent police stations, he said.

It wasn't a surprise that no MNA or MPA visited the trouble-stricken village. Due to the system of separate electorate for the minorities, no member of legislature considers minorities his constituency.

The displaced families of the Ahmedis have appealed for a judicial inquiry into the incident. They have demanded compensation for their losses and asked for arrangements to enable them to return to their homes.

The burnt houses at Chak Sikandar (Kharian), guarded by police to save them from further damage give a haunted look after the riots on July 16 last.—PT photo.

پھوٹ پڑے تھے اور انتظامیہ کو خبر نہیں لگی۔ اس سانحہ کی شام کو احمدیوں کو گاؤں سے نکال لیا گیا۔ تاہم احمدی زخمیوں کو کھاریاں میں بغیر علاج کے چھوڑ دیا گیا۔ اور ان سے کہا گیا کہ طبی امداد کے لئے وہ خود گجرات جائیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ کھاریاں کے سول ہسپتال کو کہا گیا کہ وہ صرف مسلمانوں کا علاج کریں۔ پولیس کے ذرائع اور ڈی سی صاحب نے یہ کہتے ہوئے اس کو جائز قرار دیا کہ اس سے مقصود احمدیوں کی جانیں بچانا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ کچھ سرکاری ڈاکٹروں نے گولیوں سے زخمی بچوں اور دیگر افراد کا علاج کرنے سے انکار کر دیا۔ چنانچہ بعد میں ان کو پرائیویٹ کلینکس میں لے جایا گیا۔ جن احمدیوں کو گھروں سے نکالا گیا۔ معاوضہ کی تو بات ہی چھوڑیئے ان کو کوئی پناہ گاہ بھی مہیا نہیں کی گئی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ احمدیوں کو اپنے گھروں میں واپس جانے سے اس بناء پر زبردستی روکا گیا ہے کہ اس سے فسادات مزید بھڑکیں گے۔ اگرچہ ڈپٹی کمشنر صاحب اور دوسرے سرکاری افسران مسلسل انکار کرتے رہے ہیں کہ یہ فرقہ وارانہ فسادات تھے۔ حقیقت میں محمد امیر اور پیر محمد افضل قادری نے مراسلہ نگار سے گفتگو کرتے ہوئے علانیہ یہ دھمکی دی کہ اگر احمدیوں کو گاؤں میں واپس آنے کی اجازت دی گئی تو مزید آتش زنی اور قتل و غارت ہوگی۔ انہوں نے اعلان کیا کبھی بھی کوئی احمدی واپس نہیں آسکے گا۔ سوائے اس کے کہ وہ پہلے اسلام قبول کر چکا ہو۔ انہوں نے ان افراد کیلئے جو تائب ہونا چاہتے ہیں۔ ایک اعلامیہ فارم بھی جاری کیا ہے جس پر واپسی کے خواہشمند شخص کو دستخط کرنا پڑیں گے۔ گویا یہ مسلمان ہونے والے شخص کا حلفیہ اعتراف نامہ ہوگا۔

نذیر مقتول کی بہن جو ابھی تک گاؤں میں ہی رہائش پذیر ہے اس نے الزام دیا ہے کہ اسے اور دوسرے افراد کو محمد امیر ہراساں کر رہا ہے۔

متاثرہ احمدی خاندانوں نے الزام لگایا ہے کہ ضلعی انتظامیہ محمد امیر اور اس کے ساتھیوں کے حق میں جانبدار ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ان کی جانب سے بار بار یہ درخواستیں پیش کی گئیں کہ اس شخص کی روک تھام کی جائے۔ لیکن پولیس نے اس سلسلہ میں کچھ بھی نہ کیا۔ پولیس کی جانبداری کے ثبوت میں انہوں نے یہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

واقعہ پیش کیا کہ آتش زنی اور لوٹ مار کے الزام میں صرف اور صرف چودہ احمدیوں کو ہی گرفتار کیا گیا۔
بے خانماں احمدی خاندان صریحاً نہ صرف اپنے گھروں سے بلکہ ہر اس چیز سے محروم کر دیئے گئے جو انکے پاس تھی۔ اور جو کچھ بچا تھا۔ اسکی حفاظت کے لئے پولیس بٹھا دی گئی۔ ان مکانات کو بھی بھلا دیا گیا جو کہ اب آسیب زدہ نظر آتے ہیں۔ ان گھروں میں بظاہر ایک تنکا بھی باقی نہیں چھوڑا گیا۔
پولیس اور ضلعی انتظامیہ محمد امیر اور اسکے ساتھیوں کے خلاف کوئی اقدام کرنے سے انکار کی وضاحت میں یہ کہتے ہیں کہ وہ محرم کے مہینہ میں اپنے لئے کوئی مسئلہ پیدا نہیں کرنا چاہتے۔ حالانکہ وہ ان اصحاب کے ان برسرِ عام بیانات سے وہ کہ جو احمدی بھی واپس آنے کی جرأت کرے گا مارا جائے گا اتنے ہی باخبر ہیں جیسے کہ کوئی دوسرا شخص۔ لیکن وہ ان کے خلاف کچھ کرنے یا فسادات کی باقاعدہ تحقیق کو بھی تیار نہیں۔ ڈی۔ سی صاحب نے تسلیم کیا ہے کہ اس واقعہ کے بعد محمد امیر چک سکندر میں ایک حاکم کی شکل اختیار کر چکا ہے۔ اور باوجود یہ جاننے کے کہ اس سارے سانحہ کی وجہ وہ شخص ہے۔ افسران اس کی خوشامد میں لگے ہیں۔ پولیس کا دعویٰ ہے کہ اُس نے فسادات پھوٹتے ہی فوراً کارروائی کی۔ لیکن حقیقت یہ ہے۔ کہ فسادات کے پھیل جانے پر پولیس کے ہاتھ پاؤں پھول گئے تھے۔
کھاریاں کے S.H.O صاحب نے بتایا کہ جب اسے انٹیلیجنس کے ذرائع سے اس واقعہ کی اطلاع ملی تو اس وقت اس کے پاس صرف پانچ سپاہی تھے۔ اور جب وہ موقع پر پہنچے تو فائرنگ بند ہو چکی تھی۔ لیکن گاؤں کے باشندوں نے الزام لگایا کہ پولیس کے پہنچنے کے بعد بلکہ اگلے روز بھی فائرنگ اور آتش زنی کا سلسلہ جاری رہا۔ S.H.O نے یہ بھی دعویٰ کیا کہ گجرات اور نواحی علاقوں سے دس منٹ کے اندر ہی پولیس کے ۵۰۰ افراد کی کمک آگئی تھی۔ مگر A.S.I. محمد عارف نے اسکی تردید کرتے ہوئے کہا کہ یہ کمک تو شام گئے پہنچی۔ اسنے سوال کیا کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ دس منٹ کے اندر گجرات سے پولیس یہاں پہنچ سکے۔ اس نے اس بات کی بھی توثیق کی کہ پولیس کے آنے کے بعد بھی آتش زنی اور فائرنگ ہوتی رہی۔ متاثرہ احمدی خاندانوں کو نواحی تھانوں سے پولیس کے پہنچنے کے بعد ہی شام کے وقت نکالا جا سکا۔
یہ امر باعث تعجب نہیں کہ کسی ممبر قومی اسمبلی یا صوبائی اسمبلی نے اس مصیبت زدہ گاؤں کا دورہ نہیں کیا بوجہ جداگانہ انتخاب کے مجلس قانون ساز کا کوئی ممبر اقلیتوں کو اپنے حلقہ انتخاب میں نہیں سمجھتا۔ بے دخل کئے جانے والے احمدی خاندانوں نے اس سانحہ کی عدالتی تحقیق کی اپیل کی ہے اور اپنے نقصانات کا معاوضہ مانگا ہے اور ایسے انتظامات کرنے کا مطالبہ کیا ہے کہ وہ اپنے گھروں میں واپس جانے کے قابل ہو سکیں

اخبارِ احمدیہ

درخواست دعا

قارئین کی خدمت میں مندرجہ ذیل احباب کے لئے دعا کی درخواست ہے۔
• مکرم ناصر احمد صاحب کارکن الفضل کی پھوپھی صاحبہ بعارضہ بخار و شوگر سخت علیل ہیں۔
• مکرم عبدالعزیز صاحب کارکن دفتر خزانہ کی بھتیجی منصورہ حمید امریکہ میں گردہ کے انفیکشن کی وجہ سے بیمار ہے اور ہسپتال میں داخل ہے۔
• مکرم مشتاق احمد صاحب گورایہ اکاؤنٹنٹ محمود آباد کا گوجرانوالہ ہسپتال میں اپریشن ہوا ہے۔
• مکرم ماسٹر محمد حنیف صاحب زعیم انصار اللہ میرپور خاص کی اہلیہ صاحبہ پتے کے کامیاب آپریشن کے بعد ہسپتال سے گھر آگئی ہیں۔

ڈاکٹر رشید محمد راشد

انسانی آنکھ اور حفظان صحت

کہا جاتا ہے کہ NOTHING IS PRECIOUS THAN HUMAN-EYE یعنی کہ انسانی آنکھ سے قیمتی کوئی چیز نہیں۔
ذیل کے مضمون میں چند ایسی ضروری تجاویز کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جن پر عمل کر کے ہم خدا کے دیئے ہوئے اس انمول تحفے کی بہتر طریقے سے حفاظت کر سکتے ہیں۔ اور بہت ساری بیماریوں سے نجات بھی حاصل کر سکتے ہیں جو کہ محض ہماری لاعلمی کی وجہ سے ہوتی ہیں۔
• آنکھ کی حفاظت پیدائش کے ساتھ ہی شروع ہو جانی چاہیئے اور اسے ساری عمر جاری رہنا چاہیئے۔
• بچے کی پیدائش کے ساتھ ہی اس کی آنکھوں کو نیم گرم پانی سے یا پھر بورک ایسڈ سلوشن (BORIC ACID) کے ساتھ صاف کر دیں۔
• بچے کی پرورش کے ساتھ ساتھ فیملی ڈاکٹر کو ہفتہ میں ایک دفعہ یا پھر ۱۵ دن کے بعد ضرور معائنہ کروائیں۔ تاکہ آنکھ کی چھوٹی سے چھوٹی تکلیف کو فوری علاج کے ذریعہ ٹھیک کیا جا سکے۔
• نوزائیدہ بچے کی آنکھ کو ہر قسم کی تیز روشنی اور خاص طور پر سورج کی تیز شعاعوں سے کمرہ کے اندر بھی اور کمرہ کے باہر بھی بچانا چاہیئے۔
• اس بات کا خاص طور پر خیال رکھنا چاہیئے کہ نوزائیدہ بچے کی آنکھ کے بالکل قریب کوئی چیز نہ رکھی جائے جس کی طرف وہ ہر وقت متوجہ رہے۔ اس سے آنکھوں میں بھینگا پن ہونے کا خطرہ ہوتا ہے۔
• پانچ سال سے کم عمر بچے کو کھلی فضا میں گھومنے پھرنے کے زیادہ مواقع مہیا کرنے چاہئیں تاکہ بچے کو دور کی چیزیں دیکھنے کا موقع ملے۔ اس سے کمزوری نظر کا خطرہ کم کیا جا سکتا ہے۔

سکول ہائیجین

اسکول جانے کی عمر بچے کی ایسی عمر ہوتی ہے جس سے بچے کو تعلیم کیساتھ ساتھ جسمانی نشوونما کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ لیکن دیکھا یہ گیا ہے کہ آجکل کے تعلیمی اداروں میں بچے کی صحیح نشوونما اور صحت کی طرف توجہ کم اور کتابوں کا بوجھ زیادہ لاد دیا جاتا ہے۔ جس سے بعض اوقات اچھا بھلا صحت مند بچہ بھی اسکول داخل ہونے کے ساتھ ہی سر درد، بے چینی، خوف، بھوک نہ لگنا اور اسی قسم کی دوسری علامات کا شکار ہو جاتا ہے۔ جس سے بچے کی صحت اور نشوونما پر بُرا اثر پڑتا ہے۔
یہ بات مشاہدہ میں آئی ہے کہ پرائمری سکول میں داخل ہونے والے تقریباً کسی بھی بچے کو عینک نہیں لگی ہوتی۔ لیکن ہائی سکول میں پہنچنے تک کمزوری نظر کا شکار ہونے والے بچوں کی تعداد میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ اور کالج اور یونیورسٹی کی سطح تک تعلیم حاصل کرنے والے طالب علموں میں کمزوری نظر کا شکار ہونے والے طالب علموں میں اچھا خاصا مزید اضافہ ہو جاتا ہے۔ جو کہ آنکھوں کی مناسب حفاظت سے لاعلمی اور لاپرواہی کا نتیجہ ہوتا ہے۔
اس سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ جوں جوں انسانی آنکھ پر علم حاصل کرنے کا بوجھ زیادہ ہوتا جاتا ہے۔ ایسے ہی کمزوری نظر کا شکار ہونیوالی آنکھوں کی تعداد میں بھی اضافہ ہوتا جاتا ہے۔
ان سب حقائق کی روشنی میں یہ ہم سب کا فرض بنتا ہے کہ ہم ان تمام وجوہات کو تلاش کریں جو کہ ہمارے بچوں کی اسکول یا کالج جانے کی عمر میں کمزوری نظر کا باعث بنتی ہیں۔
ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ بعض اوقات کمزوری نظر موروثی بھی ہوتی ہے لیکن بعد میں پیدا ہونے والی کمزوری نظر کو بہر حال مختلف ہدایات پر عمل کر کے روکا بھی جا سکتا ہے۔
اس سلسلہ میں گذارش ہے کہ بچوں کی آنکھوں کا معائنہ وقتاً فوقتاً کسی آئی سپیشلسٹ EYE SPECIA-LIST ڈاکٹر سے کرواتے رہنا چاہیئے۔
• خاص طور پر بچے کو سکول میں داخل کروانے سے پہلے اس کی آنکھوں کا معائنہ کروانا چاہیئے۔ اور اس

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کے ساتھ ساتھ سال میں ایک دفعہ ضرور اس کی آنکھوں کا معائنہ کروانا چاہیئے۔

جس طرح ہمیں یہ بتایا جاتا ہے کہ بچوں کے دانتوں کا معائنہ ہر چھ ماہ بعد کروانا چاہیئے۔ خواہ کوئی تکلیف ہو یا نہ ہو۔ اس سے بھی کہیں زیادہ نازک اور انمول خدا کے تحفہ یعنی آنکھوں کے متعلق زیادہ محتاط رہنا چاہیئے۔ کیونکہ دانت تو نیا بھی لگ سکتا ہے۔ اگر نہ بھی لگے تو جسم کے کسی دوسرے حصہ کو اس نقصان میں شریک نہیں ہونا پڑتا۔

لیکن آنکھ ضائع ہونے کی صورت میں اس کا کوئی نعم البدل نہیں اور اس کے ساتھ نہ صرف بصارت سے محرومی ہوتی ہے۔ بلکہ سارے جسم کو اس محرومی کا شکار ہونا پڑتا ہے۔ اس کے ساتھ گھر کے ان افراد کو بھی پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ جو کہ بصارت ضائع ہونے کی صورت میں اس شخص کی مدد کے لئے ہر وقت تیار رہتے ہیں۔

لہذا ہمارے معاشرہ کو آنکھوں کے باقاعدہ معائنہ کروانے کی اہمیت کے بارہ میں بتانا بہت ضروری ہے۔ وہ والدین جو اپنے بچوں کی آنکھوں کا معائنہ باقاعدہ کرواتے رہتے ہیں وہ آنکھوں کی بہت ساری بیماریوں سے محفوظ رہتے ہیں۔

ضروری ہدایات

● ہر اسکول میں کلاس ٹیچر کے پاس آنکھوں کے معائنہ والا چارٹ SNELLEN'S CHART ہونا چاہیئے۔ اور ہر کلاس ٹیچر کو اس سے نظر چیک کرنے کا ماہر ہونا چاہیئے۔ اور ہر چھ ماہ بعد اس چارٹ کے ذریعہ بچوں کی نظر کا معائنہ کرتے رہنا چاہیئے۔ یہ طریقہ اتنا آسان ہے کہ ایک کلاس ٹیچر کو اس چارٹ کے ذریعہ چند منٹوں میں نظر چیک کرنے کا ماہر بنایا جا سکتا ہے۔ جس طالب علم میں بھی کمزوری نظر پائی جائے اس کو فوراً EYE SPECIALIST ڈاکٹر کے پاس بھیجنا چاہیئے۔

● اگر اس کے علاوہ بھی اسکول پڑھنے والا بچہ پڑھائی کے دوران دردِ سر۔ بے چینی اور کمزوری وغیرہ کی شکائت کرے تو اس بچے کو فوراً EYE SPECIALIST ڈاکٹر کو دکھانا چاہیئے۔

● معائنہ کے دوران اگر صرف کمزوری نظر ہی ہو تو اس کو مناسب عینک کے ذریعہ ٹھیک کیا جا سکتا ہے۔ لیکن اگر آنکھ کی کوئی اور تکلیف ہو تو اس کو بروقت علاج کے ذریعہ درست کیا جا سکتا ہے۔

● اسکول پڑھنے والے بچوں کیلئے ہوم ورک کے لئے ایک باقاعدہ ٹائم ٹیبل ہونا چاہیئے۔ بچے کو سکول سے فارغ ہو کر آنے کے فوراً بعد ہوم ورک نہیں شروع کرنا چاہیئے۔ کیونکہ بچے کا دماغ اور جسم دونوں ہی پانچ یا چھ گھنٹے سکول میں گزارنے کے بعد تھک چکے ہوتے ہیں۔ بلکہ ۳ یا ۴ گھنٹے مکمل آرام کرنے کے بعد ہوم ورک شروع کرنا چاہیئے۔

● ہوم ورک کرتے وقت ۱½ یا دو گھنٹے پڑھنے یا لکھنے کے بعد چند منٹوں کے لئے وقفہ کرنا نہائت ضروری ہے۔ یہ وقفہ دماغ اور آنکھوں کی صحت کے لئے بہت ضروری ہے اس کے علاوہ لیٹ کر یا ٹیک لگا کر پڑھنے لکھنے سے بھی اجتناب کرنا چاہیئے۔

● مناسب میز اور کرسی پر بیٹھ کر مطالعہ یا لکھائی کرنی چاہیئے۔ کتاب پر جھک کر نہیں پڑھنا چاہیئے۔ بلکہ سیدھے بیٹھ کر مطالعہ کرنا چاہیئے۔

● روشنی ہمیشہ بائیں کندھے کے پچھلی طرف سے آنی چاہیئے۔ روشنی نہ زیادہ تیز ہو اور نہ ہی مدھم ہو۔ زیادہ مناسب روشنی سفید روشنی یا ٹیوب لائٹ کی روشنی ہے۔

● باریک لکھائی والی کتاب اور زیادہ چمکدار پیپر پر پرنٹ ہوئی ہوئی کتاب پڑھنے سے بھی آنکھوں پر برا اثر پڑتا ہے۔

● سونے سے پہلے سکول پڑھتے بچوں کے لئے گھنٹوں ناول پڑھنا یا ڈائجسٹ وغیرہ کا پڑھنا (خاص طور پر لیٹ کر) بھی بہت بری عادت ہے۔ اس سے انسان کی ذہنی اور جسمانی نشو و نما پر برا اثر پڑتا ہے۔

● جس بچے کو کلاس روم میں تختہ سیاہ BLACK BOARD کے باریک الفاظ نظر نہ آتے ہوں، دھندلے نظر آتے ہوں یا وہ ارادی طور پر قریب بیٹھ کر BLACK BOARD کو دیکھتا ہو ایسے بچے کی خاص طور پر آنکھوں کا معائنہ کروانا چاہیئے۔ یہی وہ موقع ہے جس سے ہم بچے کی آنکھوں میں موجود ابتدائی تکلیف کو دور کر سکتے ہیں اور آنکھوں کو زیادہ نقصان پہنچنے سے بچا سکتے ہیں۔

● ایسے تمام افراد جن کو صرف کمزوری نظر ہوتی ہے۔ ان کے لئے عینک کا استعمال ایک نعمت غیر مترقبہ سے کم نہیں۔ یہاں آئی سپیشلسٹ ڈاکٹر کا فرض بنتا ہے کہ جن افراد کو صرف کمزوری نظر ہو ان کو فوراً عینک کے استعمال کی طرف توجہ دلائے۔ کمزوری نظر کے شکار تمام افراد کے لئے عینک کا استعمال بہت ضروری ہے۔

● (PUBLIC) کو یہ بتانا بھی ضروری ہے کہ۔ کہ عام تندرست انسان کو بھی ۴۰ سال کی عمر کے بعد نزدیک پڑھنے کے لئے عینک لگانے کی ضرورت ہوتی ہے۔ کیونکہ ۴۰ سال کی عمر کے بعد آنکھ کے مرکوز کرنے کی طاقت میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔ اور یہ عمر کے ساتھ بڑھتی جاتی ہے۔

لہذا ۴۰ سال کی عمر کے بعد ایسے تمام افراد جو کہ پڑھنے لکھنے میں مصروف رہتے ہوں ضروری اپنی آنکھوں کا معائنہ EYE SPECIALIST ڈاکٹر سے کروانا چاہیئے اور نزدیک کے کام کیلئے مناسب عینک کا استعمال کرنا چاہیئے۔

● آخر میں میں یہ بتانا چاہوں گا کہ آنکھ انسانی جسم کا کوئی علیحدہ نظام نہیں بلکہ جسم کے سارے نظام کا ایک حصہ ہے۔ جس طرح آنکھ کی خرابی سے جسم کے دوسرے اعضاء متاثر ہوتے ہیں۔ اسی طرح دوسرے اعضاء کے متاثر ہونے سے آنکھ بھی متاثر ہو سکتی ہے۔ لہذا آنکھ کی حفاظت کے ساتھ ساتھ ہمیں پورے جسم کی بھی مناسب دیکھ بھال کرتے رہنا چاہیئے۔

اعلانات

اعلان دار القضاء

محترمہ ساجدہ پروین صاحبہ بنت مکرم مستری بشیر احمد صاحب۔ سکنہ مکان 27/16 محلہ دار النصر وسطی ربوہ نے اپنے خاوند مکرم سعادت علی صاحب ولد مکرم ڈاکٹر مہر علی صاحب سکنہ الہ آباد تحصیل جام پور ضلع راجن پور کے خلاف خلع کی درخواست دی ہے۔

لیکن مدعا علیہ سعادت علی صاحب سے اس پتہ پر رابطہ تا حال نہیں ہو سکا۔ اور انکے کسی دوسرے ایڈریس کا بھی پتہ نہیں چل سکا۔ اس لئے بذریعہ اخبار اعلان کیا جاتا ہے کہ اس کیس کی سماعت بتاریخ ۲۳/۹/۸۹، بوقت ۸ بجے صبح دار القضاء میں ہو گی۔ اگر مدعا علیہ خود یہ اعلان پڑھیں تو بروقت حاضر ہو کر پیروی کریں۔ یا اگر کسی دوست کو ان کے موجودہ ایڈریس کا علم ہو تو ان کو تاریخ سماعت کی اطلاع کر دیں نیز دفتر ہذا کو بھی انکا ایڈریس بھجوا دیں۔

ناظم دار القضاء ربوہ

حضرت حکیم نظام جان کے
مشہور دواخانہ
پر
حکیم عبدالحمید اعوان
ہر ماہ کی ۵۔۶۔۷ تاریخ کو اقصیٰ چوک (نزد لیٹر بکس) ربوہ میں حاضر ہوتے ہیں۔
خواتین کے لئے معائنہ کا مستقل طور پر انتظام ہے
مینجر مشہور دواخانہ فون ۹۰۶
نزد لیٹر بکس اقصیٰ چوک۔ ربوہ

دوا تدبیر ہے اور دعا اللہ تعالیٰ کے فضل کو جذب کرتی ہے
ہمدردانہ مشورہ اور قابل اعتماد اصولی علاج کے لئے
بیرونی مریض فہرست ادویہ و فارم تشخیص و تجویز خط لکھ کر طلب کریں
مطب
ناصر دواخانہ (رجسٹرڈ)
گولبازار ۔ ربوہ
پوسٹ بکس نمبر ۶۰ فون نمبر ۶۳۴

Digitized by Khilafat Library Rabwah

منظور چنیوٹی کی درخواست مسترد کر دی گئی

بحوالہ دی فرنٹیئر پوسٹ لاہور

لاہور ہائی کورٹ نے ربوہ کے سید عبد الحی۔ عبد العزیز بھانبڑی۔ مولوی انوار الحق۔ چوہدری ظہور احمد باجوہ اور حکیم خورشید احمد کی پٹیشن کو منظور کرتے ہوئے اس کارروائی کو کالعدم قرار دیا ہے۔ جو انکے خلاف مسلمانوں کے جذبات کو مجروح کرنے کے الزام میں آر ایم ربوہ کی عدالت میں ہوئی۔

تفصیلات کے مطابق پنجاب اسمبلی کے ممبر مولوی منظور احمد چنیوٹی کے ایماء پر تھانہ ربوہ نے مورخہ ۴ اپریل ۱۹۸۲ء کو درخواست دہندگان کے خلاف تعزیرات پاکستان کی دفعہ ۲۹۵-الف کے تحت مقدمہ درج کیا تھا۔ ایف۔آئی۔آر میں بیان کردہ واقعات کے مطابق شکایت کنندہ (نے کہا کہ اس) نے مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب آف ربوہ کے اردو ترجمہ قرآن کو مکمل پڑھا ہے۔ یہ ترجمہ مشہور مسلمان علماء کے مسلّمہ اور معروف تراجم کے خلاف ہے۔ اور یہ الزام عائد کیا کہ اس ترجمہ کی وجہ سے مسلمانوں کے عقائد مجروح ہوئے ہیں۔ اور یہ کہ عوام میں وسیع پیمانہ پر منافرت اور اشتعال کے پیدا ہونے کا امکان ہے۔

حکومت پنجاب کے نام اظہار وجوہ کا نوٹس جاری کیا گیا۔ اور درخواست دہندگان سے بھی بذریعہ نوٹس وضاحت طلب کی گئی کہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کے اس اردو ترجمہ قرآن کو کیوں نہ ضبط کر لیا جائے۔

۲۷ مئی ۱۹۸۷ء کو یہ ترجمہ ضبط کر لیا گیا۔ عائد کردہ الزامات کے تحت ایک مقدمہ درج کر کے درخواست دہندگان کے خلاف چالان پیش کیا گیا۔ درخواست دہندگان نے اس کے مقابل میں یہ دلیل پیش کی۔ کہ ایف۔آئی۔آر میں ان کو نامزد نہیں کیا گیا۔ نہ تو وہ پرنٹر ہیں نہ ہی پبلشر۔ لہٰذا ایف۔آئی۔آر کی رو سے ان کے خلاف ارتکاب جرم کا کوئی الزام عائد نہیں ہوتا۔

"مرکزی یا صوبائی حکومت کے اختیار کے تحت کسی تحریری درخواست (COMPLAINT) کے بغیر محض ایف۔آئی۔آر کی بنیاد پر براہ راست عدالت میں کسی مقدمہ کی سماعت نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا اس امر میں ان کے خلاف عدالتی کارروائی ضابطہ فوجداری کی دفعہ ۱۹۶ کی خلاف ورزی ہے۔

فاضل عدالت نے اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل پنجاب کو عدالت میں پیش ہونے کی ہدایت کی۔ جسکے بعد حکومت سے ہدایات لینے کی خاطر کئی دفعہ التواء مقدمہ کی درخواست منظور کی گئی۔ بالآخر اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل نے تسلیم کر لیا کہ اس مقدمہ کی سماعت عدالت کے دائرہ اختیار میں نہ تھی۔ اور یہ سماعت ضابطہ فوجداری کی دفعہ ۱۹۶ کے خلاف ہے۔

فاضل عدالت نے مقدمہ کی کارروائی کو منسوخ کرتے ہوئے قرار دیا کہ یہ عدالتی چارہ جوئی کا غلط استعمال ہے۔ اور یہ کہ کسی شکایت (COMPLAINT) کی عدم موجودگی میں عدالت کسی مقدمہ کی سماعت نہیں کر سکتی۔ (فرنٹیئر پوسٹ ۷ اگست ۱۹۸۹ء)

ضرورت مددگار

ناصر فاؤنڈیشن (رجسٹرڈ) ربوہ کو ایک محنتی، تجربہ کار مددگار کی ضرورت ہے۔ تنخواہ حسب قابلیت دی جائے گی۔ اپنی درخواستیں صدر یا امیر کی تصدیق کے ساتھ حسب ذیل پتہ پر بھجوائیں۔

◄ چیئرمین ناصر فاؤنڈیشن ربوہ ضلع جھنگ

ہوائی سفر

بیرون ملک ہوائی سفر کے متعلق ہر قسم کی خدمات کیلئے ہم سے رابطہ فرمائیں۔

نوبل مین ٹریولز
۴/۲۱، مین سوک سنٹر
نزد جی پی او
اسلام آباد
فون نمبر ۸۱۸۷۵۷

A COMPLETE RANGE OF DEEP FREEZERS

UNIVERSAL FREEZERS

- Ice Cream Cabinet
- Yogurt Freezers
- Bottle Freezers
- Deep Freezers

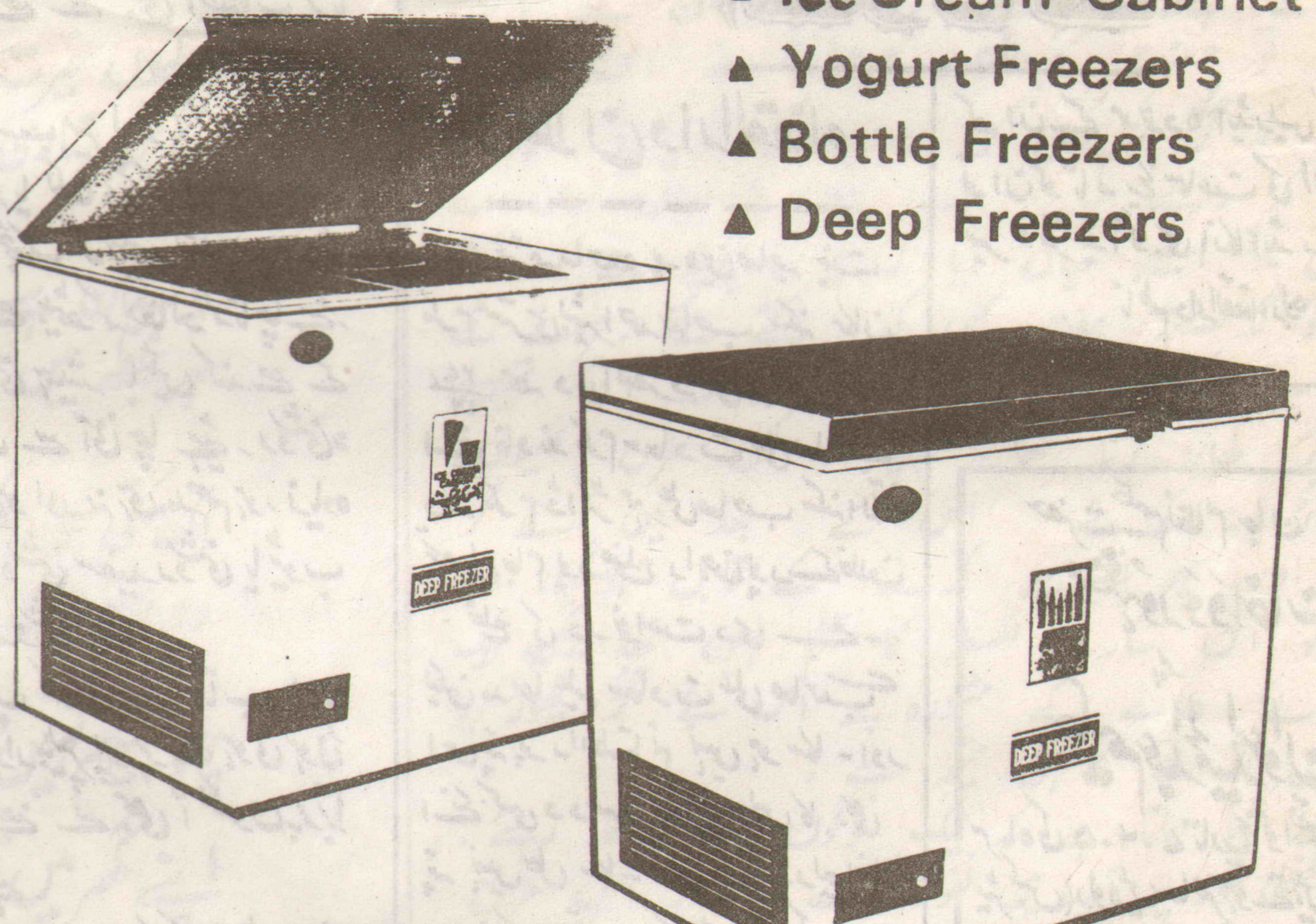

UNIVERSAL

Universal Appliances

P. O. Box 1400 Lahore Ph : 323751 Telex : 44912 TEKNO PK

ڈیلرز ربوہ: بھائی بھائی ٹریڈرز بالمقابل ایوانِ محمود ربوہ